دروس سلوک وتصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو خاص مقاصد کی تکمیل کے لیے پیدا کیا ہے ،جن کو پورا کرنے کے لیے معاشرے کے ہر فرد نے دوسرے افراد کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوتا ہے۔کوئی شخص ایک آدھ کام تو اکیلا کر ہی لیتا ہے،لیکن جہاں کئی طرح کے ایسے کام کرنے ہوں، جو کوئی شخص اکیلا نہ کرسکتا ہو،تو لازماً دوسرے افراد کے ساتھ مِل کر مشترکہ طور پر وہ کام کئے جاتے ہیں، چونکہ یہ سب کام مشترکہ مقاصد کے حصول کے لئے کیٔ جاتے ہیں، لہٰذا ان کاموں میں سب افراد کا مفاد بھی مشترک ہوتا ہے۔ اس نوعیت کے کام جن کے مقاصد مشترک ہوتے ہیں، اُن میں افراد کا آپس میں کام کرنے کا ارادہ، جذبہ،شعور، باہمی تعاون اور ایک دوسرے کے ساتھ بہتر رویہ اور سلوک روا رکھنے کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان رویوں سے ہی ایک بامقصد معاشرہ ظہور میں آتا ہے، دنیا میں مختلف کاموں کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو کرنے کے طریقہ کار بھی مختلف ہوتے ہیں، ہر کام، عمل اور سلوک کا ایک ردِ عمل ہوتا ہے، پھر ہر ردِّ عمل(reaction) کا ایک ردِ عمل ہوتا ہے، ہر عمل اور ردِ عمل کا ایک نتیجہ ہوتا ہے،واضح رہے کہ برے عمل کا نتیجہ ہمیشہ برا ہوتا ہے، اور اچھا سلوک کرنے کا نتیجہ بہتر اور اچھا ہوتا ہے، یہ سب مکافاتِ عمل کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جو جیسا کرتا ہے، ویسا ہی بھرتا ہے۔ معاشرے میں نیکی اور اچھائی کے کام کو نیک سلوک اور احسان بھی کہا جاتا ہے۔ احسان، دین اسلام کا تیسرا اور بہت اہم درجہ ہے، اول درجہ ایمان کا اور دوسرا اسلام کا ہوتا ہے، ایمان اور اسلام سے پہلے ہم احسان کے بارے میں گفتگو کریں گے، تاکہ اس خاص عمل کے حسن کی روشنی میں ہم ایمان اور اسلام کو زیادہ احسن طریقے سے سمجھ سکیں۔

احسان کی طرح ایمان اور اسلام کا تعلق بھی انسان کے سلوک سے ہوتا ہے ۔ اس طرح گویا پورا دین ہی ’’سلوک اور تصوف‘‘ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے حد وشمار نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری، اس

سے محبت کرنا اور اس کی رضا کے حصول کے لیے جدو جہد کرنا ہی اصل دین ہے۔ دین کی پوری عمارت عقائد ایمان، ارکان اسلام اور مشاہدہ و مراقبۂ احسان پر قائم ہے۔ نظریات و اعتقاد (belief,dogma) اور عمل میں رسوخ پیدا کرنے کا واحد طریق ''احسان'' ہے، سرچشمۂ ایمان و اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے براہ راست فیضان، تربیت اور احسان کی بدولت صحابہ کرامؓ نے پورے خلوص سے عقائدِ ایمان، اور ارکانِ اسلام پر عمل کو اس درجہ مزکیٰ اور مصفیٰ کیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لیے اپنی رضا کا اعلان فرمادیا ''رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهٗ O (البینۃ ۸)'' نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ نبوت میں صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حاضری اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایمان، اسلام اور احسان کے اسباق و دروس کی تعلیم حاصل کرنے کا واقعہ؛ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں ''حدیث جبریلؑ'' کے نام سے روایت ہوا ہے، سلوک اور تصوف کا ایسا درس ہے کہ جس کے مطالعہ سے ''حقیقت'' نکھر کر صاف سامنے آجاتی ہے، نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس مجسم نمونہ سلوک و احسان تھے، آپؐ کے عمل احسان سے صحابہ کرامؓ ایسے صاحبان احسان بنے اور دنیا کے دوسرے لوگوں کو ایسا خوگر احسان بنایا کہ وُہ بھی فعلِ احسان ہی کو اصلِ ایمان و اسلام سمجھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے براہ راست اپنی انفرادی زندگی کا نصب العین؛ اخلاقی کمال یعنی سلوک وتصوف کی تربیت حاصل کی، انہوں نے دنیا کے مال و متاع ،جاہ و منصب کی طلب اور ہوا و ہوس کے شعور کو لاشعور اور فطرت بالقوہ کے تحت منضبط، تابع اور مغلوب کرنے کا ڈھنگ سیکھا، نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حسن سلوک، اسوہ حسنہ اور سیرت و کردار سے صحابہ کرامؓ کو عدل، احسان اور ان کے عملی اساس (انفاقِ فی المال) کی براہ راست تعلیم فرمائی، اسی تربیت نبوی سے ہی صحابہ کرامؓ دنیا کے لیے حصول نصب العین کی جدو جہد کا معیارِ عمل ٹھہرے، اس کے نتیجہ میں دنیا میں جہاں جہاں اسلام کا نور پھیلتا گیا، وہاں دم توڑتی انسانیت کے جسدِ نیم مُردہ میں روح جاگتی چلی گئی اور حیات نو کا آغاز ہوتا گیا۔ یہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''رحمتہ للعالمینی'' کا احسان تھا، کہ مردہ قلوب زندہ ہونے لگے۔ اخلاص کے حوالے سے ''احسان'' دین اسلام کا اہم ترین تقاضا ہے، راہ طریقت پر گامزن اہل سلوک و تصوف اسی دشتِ احسان کے سالک و راہ نورد ہوتے ہیں، اہل طریقت کے لیے ''احسان'' کا سمجھنا اور اِس پر عمل کرنا اشغال و معمولات میں سب سے ضروری وظیفہ ہے۔

اکثر کہا جاتا ہے، کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ فلاں نیک سلوک کیا ہے، یا اُس نے مجھ پر جو احسان کیا ہے۔ میں اُس کا احسان مرتے دم تک یاد رکھوں گا، یا یہ کہ میں فلاں شخص کا احسان مند ہوں، اُس نے مشکل گھڑی میں میرا ساتھ دیا میں اُس کی نیکی کو یاد کروں گا۔ اور اُس کو دعائیں دوں گا، اس قسم کے کلمات اکثر کسی شخص کے اچھے روّیے، برتاؤ، حسن اخلاق اور نیک سلوک کے بارے میں کہے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا فرمان ہے، کہ جب کوئی شخص تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے اور تم پر احسان کرے، تو اُس کا شکر ادا کرو، اور اُس کے احسان کو یاد رکھو، اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کے نیک سلوک اور احسان پر اُس کا شکر ادا نہیں کرتا، اس کا شکر گزار بندہ بھی نہیں بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنے کو پسند فرماتا ہے اور احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ کسی کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے یا کسی کے احسان پر اس کا شکر ادا کرنے سے دِل میں خوشی اور مسرت کی ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا مطلب بھی یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کے ساتھ اس کے بہترین سلوک، صفات اور لامتناہی کمالات کا اعتراف کیا جائے۔ اور انہیں یاد کیا جائے، شکر؛ احسان کرنے والی ہستی کی تعظیم؛ دل میں اس کی محبت زبان سے اس کی تعریف اور اس کے احکام کی بجا آوری سے کیا جائے تو نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ معاشرے کا ہر فرد چاہے اس کا تعلق کسی بھی رنگ، نسل، قبیلہ، قوم، ملک اور مذہب سے ہو، کسی نہ کسی صورت میں دوسرے لوگوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ سلوک کرتا رہتا ہے، یہ سلوک اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی، نیک سلوک میں ایک خاص حسن پنہاں ہوتا ہے، جس سے مزید خیر اور نیکی پیدا ہوتی ہے، محسن کے چہرے سے بشاشت، طمانیت اور آسودگی جھلکتی ہے، برے سلوک سے خباثت، اورر ذالت کی ناگوار کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرنے والے کے چہرے پر کراہت، کرختگی اور درشتی صاف نظر آتی ہے بے جا غصہ کرنے والا شخص اگر اُس وقت اپنی شکل آئینے میں دیکھ لے تو خود بھی ڈر جائے، اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے ہر بندے اور مخلوق کو ہمیشہ کریمانہ سلوک اور احسان سے نوازتا ہے، اللہ حسن و جمال کا خالق ہے، خود حسین و جمیل ہے اور حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے۔ وُہ ہر انسان کو بھی ایمان، اسلام اور احسان کے نور سے خوبصورت، خوب سیرت اور حسین دیکھنا پسند فرماتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اُس کی ہدایت، راہنمائی اور اصلاح احوال کے لیے انبیاء

کرام، رُسل اور پیغمبروں کو مختلف ادوار میں مبعوث کر کے عظیم احسان فرمایا، ان برگزیدہ ہستیوں نے بھی احسان فرماتے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت دکھائی، اُن کو گمراہی سے بچایا اور ان کو آپس میں نیکی کرنے اور حسن سلوک کی تعلیم دی، انہوں نے پیغمبرانہ ہدایت ،تعلیم اور تربیت سے انسان کو کائنات ہست و بود میں اپنی اصلیت، حقیقت ، فرائض اور ذمہ داریوں کا علم ، اور حکمت عطا فرمائی۔ جس سے انسان کو خالق کائنات کی منشاء و رضا ، آفاق و انفس کی تخلیق کا راز اور اپنی مقصد تخلیق کا پتہ چلا اور اُس کو انبیاء، رُسل اور پیغمبروں کے ساتھ اتاری گئی کتب سماوی اور صحائف آسمانی سے حیات انسانی کی مقصدیت اور مقصد کے حصول کے لیے کی جانے والی جدوجہد کے طریقہ کار اور سلوک کا علم ہوا۔ جب انسان کو اپنی زندگی کے مقصد اور نصب العین کے شعور کی آگہی اور معرفت ہوگئی، تو اُس کو منزل تک پہنچنے کے لیے صحیح راستے کی نشاندہی اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے یقینی ضمانت کی طلب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مزید احسان فرماتے ہوئے انسان کی یہ خواہش بھی پوری فرمائی، اور اس کو اپنے ان انعام یافتہ افراد کی سنگت اختیار کرنے کی نشاندہی فرمائی، کہ جن پر اللہ کے انعامات نازل ہوتے رہے، جو نہ کبھی راہ ہدایت سے بھٹکے اور نہ ہی ان پر کسی قسم کا عذاب مسلط ہوا۔ اس امر کے باوصف کہ ابلیس مردود ہر وقت ان کی تاک میں رہا ، اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص اور پرہیز گار بندوں کو اپنے احسان سے اُس کے حملوں سے محفوظ رکھا، نوع انسان پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ایک عظیم احسان یہ بھی رہا، کہ ہر انسان کے ساتھ ذات باری تعالیٰ نے ایسے ملائکہ کو مقرر فرمایا، جو لمحہ لمحہ انسان کے ساتھ رہ کر آفات و بلیات سماوی سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، انسان کی زندگی کو منظّم، باقاعدہ اور باضابطہ (disciplined) بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنے پسندیدہ دین ''اسلام'' سے نوازا، دین اسلام کو اچھی طرح سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُس کے تین درجات؛ ایمان، اسلام اور احسان بنائے ، اور ان تین نعمتوں کے ذریعے شیطان کے بہکاوے سے محفوظ فرمایا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کمال احسان سے انسان کو عقل، شعور، وجدان، علم اور عرفان کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ انسان پر مزید احسان فرماتے ہوئے اللہ جل شانہ نے امت وسطیٰ کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری مکمل دین کا عہد عطا فرمایا، اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مشائخ اور علماء حق کا برگزیدہ گروہ پیدا فرمایا، جو روز قیامت تک امت مسلمہ کی راہ نمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔راہ طریقت پر سفر کرنے والے اہل سلوک وتصوف کے لیے لازم ہے کہ دین کے

تینوں درجات؛ ایمان، اسلام، اور احسان کی معرفت اور حقیقت کو سمجھنے کے لیے کسی نہ کسی صاحب علم وعرفان ہستی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کو لازم کریں، تا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے منزل کی تلاش کا سفر (سلوک) متصوف انداز میں طے ہوتا رہے اور سالک راہ میں گھات لگائے شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے۔

لازم ہے کہ ایک مومن کے ساتھ احسان کا جو سلوک اللہ سبحانہ وتعالیٰ روا رکھتا ہے، اور اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،قران وسنت،صالحین امت، اس کے والدین، اساتذہ اور مربیان طریقت کے وسیلہ اور حسن سلوک سے اس کو نوازتا ہے، وہ ان سب نعمتوں اور احسانات پر شکر ادا کرتے ہوئے اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھی ویسا ہی نیک سلوک اور احسان کا برتاؤ کرے، تا کہ دنیا میں،سکون اور آشتی فروغ پا سکے،تہذیب انسانی پروان چڑھے اور دنیا مثبت انداز میں ترقی کرتی رہے۔

انسانی زندگی اپنے تمام مدارج اور ضروریات کو پورا کرتے ہوئے مختلف مراحل سے ہو کر بتدریج آگے بڑھتی ہے، ہر انسان کو انفرادی ، اجتماعی اور قومی زندگی سے آگے بالواسطہ یا بلاواسطہ بین الاقوامی زندگی میں بھی شریک ہے۔ انسان کی انفرادی زندگی کو با شعور اور با مقصد بنانے کے لیے جس طرح اُس پر مختلف عوامل کارفرما ہوتے ہیں، اُسی طرح انسانی شخصیت کی نشوونما کے بھی کے مختلف تقاضے ہوتے ہیں۔ مثلاً اس کی زندگی کی بقا کے لیے خورک، لباس اور رہائش ضروری تقاضے ہیں، عمرانی حیات کے لیے ازدواج اور بقائے نسل ضروری ہوتا ہے۔ جن میں حلال وحرام کی تمیز ضروری ہوتی ہے۔ عمرانی ثقافتی پہلو کی نشوونما کے لیے تعلیم اور معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے تربیت ضروری ہوتی ہے؛ انسان کی نفسیاتی پہلو کی نشوونما کے لیے انسانی شعور میں جذبہ،ارادہ اور ادراک کی متناسب ہم آہنگی پر وان چڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی ، روحانی اور دینی تعلیم کا حصول لازمی ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ انسانی زندگی اور شخصیت کے انفسی پہلو کی صحیح منہج پر تربیت ہوتی ہے تا کہ شعور یا فطرت بالفعل(actual nature) اور لا شعور یا فطرت بالقوہ(potential nature) میں ہم آہنگی رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے ، کہ بالفعل فطرت کے تقاضے یعنی جبلی داعیات(human insincts) طبعی خواہشات اور نفسانی تقاضے بالقوہ فطرت کو نشوونما دے کر اس کے ضبط و انقیاد(disciplin) کے تابع رہیں۔ دونوں انسانی فطرتوں میں ہم آہنگی اس لیے ضروری ہوتی ہے کہ ان میں تضاد کی صورت میں انسانی شخصیت اختلال و افتراق کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور شعور و لا شعور کے تقاضوں کی

اس جنگ سے دماغی توازن کے مختل ہونے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے اس قسم کے عدم توازن سے عام لوگوں کے علاوہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ افراد بھی ذہنی عدم استحکام اور انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کی واضح مثال مغربی دنیا کے لوگ یا مشرق کے متمول افراد ہیں، جو ذہنی بیماریوں کا شکار ہیں۔اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پسندیدہ دین ’’اسلام ‘‘ ہی انسان کی راہ نمائی کر کے اسے اختلال ذہنی سے بچا کر امن، سلامتی اور حسنہ سے نوازتا ہے، اور اُسے حسن سلوک اور حقیقت کی معرفت عطا کرتا ہے، نیک سلوک اور تصوّف سے انسان کی شخصیت کے ماورائی پہلو کی نشوونما ہوتی ہے ، اور انسانی شعور اور لاشعور کے درمیان تصادم شریعت کے انقیاد(disciplin) کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ حیات عمرانی کی نشوونما پر معاشرہ کے ہیت عمرانی کا گہرا اثر ہوتا ہے، جو مختلف عمرانی اداروں مثلاً خاندان، مسجد، مدرسہ، عصری اور فنی تعلیم ، تربیت کے اداروں، شفاخانوں، بیت المال، اور ریاستی اداروں بشمول مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ سے تشکیل پاتا ہے۔ انسانی معاشرے کے ان اداروں کی مناسب نشونما سے وہ ماحول(environment) پیدا ہوتا ہے۔کہ جس کے اندر رہ کر انسانی شخصیت میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جدو جہد کا ارادہ اور دوسرے انسانوں کے ساتھ تعاون کا جذبہ ابھرتا ہے، ماحول دو قسم کا ہوتا ہے فطری ماحول؛ جو علم، حکمت، سائنس، ٹیکنالوجی میں ترقی کرنے سے پیدا کیا جاتا ہے، اور انسانی ماحول کہ جس کو الوہی ہدایت کی روشنی یعنی ایمان، اسلام اور احسان سے انسان کی نفع بخشی اور فیض رسانی کے لیے پیدا کیا جاسکتا ہے، جب زندگی الوہی ہدایت کی بجائے نفس اور شیطانی اثرات کے تحت پروان چڑھتی ہے ، تو اس سے انسانی شخصیت بے راہ روی کا شکار ہو کر پوری انسانیت کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے جیسا کہ عصر حاضر میں بین الاقوامی سطح پر نظر آ رہا ہے۔ پیغمبرانہ ہدایت کی روشنی میں انسانوں کی انفرادی زندگی کی اصلاح سے اجتماعی اور قومی زندگی، اور اقوام وملل کی اصلاح سے بین الاقوامی زندگی کا خوشگوار ماحول پیدا ہوتا ہے۔عصر حاضر میں عالم انسانیت کی بقا اور ترقی کے لیے امن، سلامتی اور آشتی کی ضرورت ہے، جس کا سرچشمہ صرف او رصرف ایمان،اسلام اور احسان ہے۔

(نوٹ: ایمان، اسلام اور احسان کے موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ، کی اعتقادیات اور روحانیات پر کتب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے)